ڈاکٹر عارف نوشاہی
پروفیسر، گورنمنٹ گورڈن کالج، راولپنڈی

احمد یار یکتا خوشابی سے منسوب مطبوعہ دیوان کی اصلیّت

Dr. Arif Naushahi
Prof. Govt. Gordon College, Rawalpindi

The authenticity of Ahmed Yaar Yakta's *Dewaan*

Ahmed Yaar Yakta (died- 1734) was a prominent poet of the Persian language. He belonged to Punjab and had a classical bias in his poetry. Some years ago his Dewaan was published by Danishkadah e Khawar shnasi, University of Punjab, Lahore. The editors claim that they have found the real text of Ahmed Yaar Yakta's poetry and they have spent more than seven years editing it. But my research results point towards the opposite. In this research paper I have tried to argue that the edited text is not the authentic text of Yakta but it belongs to another poet of the same age and name.

---

(۱)

یہ ۲۰۰۳ء کی بات ہے، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور کے شعبۂ فارسی سے وابستہ دوستوں نے مجھے بتایا کہ وہ پنجاب کے متأخر دور کے ایک فارسی گو شاعر، نواب احمد یار خان یکتا خوشابی کا فارسی کلیّات، اشاعت کی غرض سے مرتّب کر رہے ہیں، جس میں اس کی دستیاب تمام منظوم فارسی تصانیف شامل ہوں گی۔ بعد کی ملاقاتوں میں بھی ان احباب کی طرف سے اس تدوین کا تذکرہ ہوتا رہا، بلکہ انھوں نے اس معاملے میں احقر سے کچھ مشورت اور مساعدت بھی چاہی جو حسب المقدور کر دی گئی۔ ان میں سے ایک دوست نے اس دوران احمد یار یکتا پر ایک مضمون بھی چھپوایا۔[۱] اور اپنی نگرانی میں اپنے شعبہ سے ایک طالبہ سے ایم فل کا تحقیقی مقالہ بھی لکھوایا۔[۲] یہ سب اشارات اس امر پر دلالت کر رہے تھے کہ ہمارے احباب کی اس موضوع سے دل بستگی، محض زبانی نہیں ہے بلکہ وہ خود کام کر رہے ہیں اور اپنے شاگردوں کو بھی اس کام پر لگا رکھا ہے۔

چنانچہ ہمیں ان کی ترتیب و تدوین کے ساتھ کلیّاتِ یکتا کی اشاعت کا انتظار تھا جو طول پکڑتا گیا، تا آنکہ مئی ۲۰۱۰ء میں، ڈاکٹر محمد سلیم مظہر، ڈاکٹر نجم الرشید اور ڈاکٹر محمد صابر [اس کے بعد ''مرتّبین''] کی مشترکہ ترتیب و تدوین اور مقدّمہ کے ساتھ، دانشکدۂ خاور شناسی، دانشگاہ پنجاب، لاہور کی طرف سے ایک کتاب دیوان یکتا خوشابی (غزلیات، مثنوی گلدستۂ حسن و مثنوی ہیر و رانجھا) عنوان سے شایع ہوگئی۔ کتاب کی جلد خوب صورت، ۹۰ گرام کا غیر ملکی سفید کاغذ، نظر نواز ٹائپ سیٹنگ، اس پر مرتّبین کی طرف سے جدید ایرانی محاورے کی رواں فارسی میں لکھا گیا مقدّمہ؛ گویا کتاب کے صوری و معنوی محاسن کے تمام لوازم یکجا تھے۔

(۲)

کتاب کے سرورق پر دیوان اور دیگر دو تصانیف - مثنوی گلدستۂ حسن و مثنوی ہیر و رانجھا - کے مصنف کا نام چونکہ احمد یار خان یکتا خوشابی (وفات ۲۳ جمادی الاول ۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۴ء) [اس کے بعد ''یکتا''] دیا گیا ہے اور مرتّبین کے مقدّمہ میں بھی یکتا ہی کے حالات زندگی درج ہوئے ہیں، اس لیے لاشعوری طور پر اس کتاب کا میرا مطالعہ بھی اسی روشنی میں تھا۔ دیوان کا جوں جوں مطالعہ کرتا گیا، اس میں کچھ ایسے اشارات سامنے آتے گئے جو یکتا کے دستیاب حالات زندگی پر منطبق نہیں ہوتے تھے۔ مجموعے میں شامل دیگر دو کتابیں، مثنویات گلدستۂ حسن اور ہیر و رانجھا یقیناً یکتا ہی کی تصانیف ہیں، کیوں کہ ان دونوں تصانیف میں ''یکتا'' تخلّص استعمال ہوا ہے اور گلدستۂ حسن کے نسخۂ کتابخانۂ ملی ملک (تہران) کے آغاز میں کاتب نے واضح طور پر لکھا ہے ''گلدستۂ حسن من کلام احمد یار خان یکتا''؛ لیکن دیوان کے بارے میں، مَیں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ یکتا کا نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے کسی ہمنام، احمد یار کا ہے جو اپنے نام کو بڑی مہارت سے بطور تخلّص استعمال کرتا ہے۔ دوسری طرف اس نتیجہ کو باور کرنے میں کچھ تامّل تھا، کیوں کہ اس دیوان کی تحقیق و تدوین میں، وطن عزیز میں مشرقی زبانوں کے ایک بہترین تدریسی ادارے، جس کی تحقیقی روایات کی دھوم چار دانگ عالم میں ہے، سے وابستہ تین اساتذہ نے تقریباً سات سال صرف کیے تھے اور سب چیزیں ان کی تحقیق کی چھلنی سے چھننے اور تنقیح کی کسوٹی پر پرکھے جانے کے بعد شایع ہوئی تھیں، اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتے تھے؟ لیکن بہت سے وزنی داخلی اور خارجی شواہد، اس دیوان کو یکتا خوشابی کا دیوان ماننے میں مانع ہیں۔

(۳)

کسی تصنیف کا مکمل طور پر ایک مصنّف سے دوسرے سے منسوب ہو جانا یا کسی شاعر کے کلام میں اسی شاعر کے رنگ میں کہے گئے دوسروں کے اشعار شامل ہو جانے کی روایت، مشرق میں ہمیشہ سے موجود رہی ہے۔ طباعتِ کتب کا دَور آنے سے پہلے، تزویر کا یہ کام مخطوطات کی نقلیں تیار کرنے والے اجرت یافتہ کاتب اور خوش عقیدہ خوش نویس کیا کرتے تھے۔ صنعت طباعت رواج پذیر ہونے کے بعد یہ کام جلب زر کے لیے بازاری ناشروں نے سنبھال لیا۔ چنانچہ ہندوستانی مطبعوں میں چھپے ہوئے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، شہباز قلندرؒ کے نام سے طبع شدہ فارسی دواوین، اسی تزویر کی پیداوار ہیں، جن کی قلعی ہمارے ہی ملک کے خبیر محققین نے کھول دی ہے۔ لیکن دیوان یکتا کا معاملہ

دوسرا ہے۔اس کے غلط انتساب کے پیچھے کوئی ارادہ، بدنیّتی یا جلبِ زر کی ہوس کارفرما نہیں ہے بلکہ یہ محض تحقیق کو غلط رُخ پر لے جانے کا شاخسانہ ہے، جس کا ازالہ بہت جلد ضروری ہے ورنہ اس دیوان کی شہرت بھی اگر یکتا خوشابی کے دیوان کے طور پر ہوگئی اور نادانستہ طور پر اس کے حوالے کتب و مقالات میں راہ پا گئے تو یہ نہ صرف تحقیق اور پنجاب یونیورسٹی کے نام پر بٹا ہوگا بلکہ خود یکتا کے ساتھ زیادتی ہے کہ اس کے نام سے ایسا کلام شایع ہوگیا ہے جس میں طرح طرح کے عیوب ہیں اور خیال اور مضمون کے اعتبار سے بھی اس میں کوئی قابل ذکر بات نہیں ہے اور اگر یہی دیوان یکتا خوشابی ہے تو اس کی بنیاد پر تو یکتا کا فارسی ادب میں قطعاً کوئی خاص مقام نہیں بنتا!

اورینٹل کالج ہی کے نامور استاد اور محقق، حافظ محمود شیرانی نے جب مولانا آزاد کی آب حیات پر تنقید لکھی تو ایک طرح سے دل پر پتھر رکھ کر لکھی تھی اور کہا تھا: ''راقم آب حیات کے تنقید نگاروں میں بادلِ ناخواستہ شامل ہوا ہے۔ یہ محض اتفاق ہے کہ میں غلط صف میں اپنے آپ کو کھڑا دیکھتا ہوں......مولانا کے ساتھ میری عقیدت دائمی ہے۔'' کچھ یہی کیفیت میری بھی ہے کیوں کہ دیوان کے مرتّبین کے ساتھ سال ہا سال سے ہم نشینی اور ہم دلی کا رشتہ چلا آ رہا ہے، ہم نوالہ و ہم پیالہ بھی رہے ہیں۔اس طرح کی تنقید بدقسمتی سے ہمارے یہاں، عام طور پر آزردگیِ خاطر ہی کا باعث ہوتی ہے اور نقّاد خواہ مخواہ گالیاں کھاتا ہے۔لیکن میرا مطمحِ نظر مرتّبین اور اپنے دوستوں کی دل آزاری ہرگز نہیں ہے۔ میں نے سارے معاملے کو خالصۃً علمی انداز سے دیکھا ہے اور کوشش کی ہے کہ اس میں مندرجاتِ کتاب پر تبصرہ ہو، مرتّبین کے دامن پر چھینٹے نہ اُڑائے جائیں۔اگر مرتّبین اور قارئین کو ہمارے نقطۂ نظر سے اختلاف ہو تو بسر و چشم؛ ہماری بھی اصلاح کی جائے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

(۴)

دیوان یکتا کی مذکورہ اشاعت، دیوان کے اُس واحد قلمی نسخے پر مبنی ہے جو ذخیرۂ شیرانی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور (شمارہ ۶ ۱۳۷۲/۴۴۲۷ Spi VI 98) میں محفوظ ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے فہرست نگاروں نے اس نسخے کو کئی سال پہلے متعارف کر دیا تھا۔ایک فہرست نویس نے صاحبِ دیوان کی شناخت احمد یار خان یکتا خوشابی کی بجائے صرف احمد یار کے طور پر کی ہے(۳) اور دوسرے فہرست نگار نے بھی اسے نہایت اختصار کے ساتھ ''دیوان احمد یار، مصنفہ ۱۱۰۴ھ (۱۶۹۲ء)'' لکھ کر متعارف کیا ہے۔(۴) انھی اطلاعات کو بعینہٖ ایک ایرانی فہرست نگار نے بھی اپنی فہرستوں میں دیوان احمد یار کے تحت نقل کیا ہے۔(۵)

ذخیرۂ شیرانی کا جو نسخہ فہرست نگاروں نے بجا طور پر، دیوان احمد یار کے نام سے متعارف کیا ہے، اسے مرتّبین نے بڑے وثوق اور یقین کے ساتھ دیوانِ یکتا کیسے سمجھ لیا ہے؟ مرتّبین نے اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی اور مجھے بھی مرتّبین کو ہونے والے اس مغالطے کی کوئی شہادت نظر نہیں آئی سوائے اس کے کہ انھوں نے اپنے مقدمے میں نسخۂ شیرانی کے تعارف میں یہ بات لکھی ہے کہ اس کے شروع میں یہ عبارت ہے: ''ھذا کتاب دیوان احمد یار خوشابی''۔(۶) حالانکہ وہاں احمد یار کے بعد جو

لفظ لکھا ہے وہ ''خوشابی'' ہرگز نہیں ہے (دیکھیے: تصویر ۷) اور اگر بالفرض یہ لفظ خوشابی ہے تب بھی دیوان کے مندرجات ثابت کرتے ہیں کہ یہ دیوان، یکتا کا نہیں ہے۔

مرتّبین نے نسخۂ شیرانی کی تاریخ کتابت ۱۰ محرّم ۱۱۰۴ھ لکھی ہے (۷) حالانکہ یہ دیوان کی ترتیب و تکمیل کی تاریخ ہے جو خود شاعر نے شعروں میں لکھی ہے۔ (۸) اگرچہ یہ تاریخ بھی محلِّ نظر ہے اور اس پر آگے بحث کی گئی ہے۔ اس کو تاریخ کتابت سمجھنا محض سہو یا سہل انگاری ہے۔ انھی اشعار کے اوپر مرتّبین کی طرف سے یہ عنوان دیا گیا ہے ''قطعۂ تاریخ تکمیل دیوان احمد یار یکتا'' حالانکہ قلمی نسخے میں ایسا کوئی عنوان نہیں ہے (دیکھیے: تصاویر ۸، ۹)۔ یہ مرتّبین نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے اور حاشیے میں اس کی کوئی وضاحت بھی نہیں کی!

دیوان یکتا خوشابی کا اصل اور تا حال واحد معلوم نسخہ وہی ہے جو موضع جمال الدین والی، تحصیل صادق آباد، ضلع رحیم یار خان، پنجاب کے کتب خانۂ غوثیہ میں ہے (۹) اس نسخے میں تخلّص ''یکتا'' استعمال ہوا ہے۔ اس کی مزید تائید آخر میں قطعۂ تاریخ وفات یکتا سے بھی ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مادّۂ تاریخ ''یکتا کجا رفت ہائے'' سے ۱۱۵۱ بر آمد ہوتا ہے جو یکتا کی اصل تاریخ وفات [۱۱۴۷ھ] سے مختلف ہے۔

کتب خانۂ غوثیہ کا نسخہ، مرتّبین کے علم میں تھا اور دیوان کی ترتیب و تدوین کے وقت اسے حاصل کرنے کی کوشش بھی کی گئی لیکن وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے اور بقول ان کے، کتب خانۂ غوثیہ کے کتابدار نے اپنے ہاں کسی ایسے نسخے کی موجودگی سے انکار کیا ہے! (۱۰) خود راقم السطور بھی مئی ۲۰۱۱ء میں اس نسخے کی تلاش میں جمال دین والی گیا اور وہاں موجود تمام مخطوطات ایک ایک کر کے دیکھے، یہ نسخہ اب وہاں نہیں تھا۔ پاکستان کے ایک فارسی استاد ڈاکٹر اللہ دتہ چوہدری مرحوم نے تقریباً تیس سال پہلے یہ نسخہ وہاں بہ چشم خود دیکھا تھا اور اس کی اطلاع مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد کو دی تھی اور اسی کی بنیاد پر اس کا اندراج فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان میں ہو سکا۔ اگر مرتّبین کو کتب خانۂ غوثیہ کا نسخہ مل جاتا تو ان کی تحقیق کا نتیجہ قطعاً کچھ اور ہوتا اور مجھے یقین ہے کہ زیر نظر دیوان احمد یار کی اشاعت کی ضرورت پیش نہ آتی۔

(۵)

داخلی شواہد کے ضمن میں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ مطبوعہ دیوان کی تمام غزلیات کے مقطع میں تخلّص ''احمد یار'' استعمال ہوا ہے اور کسی ایک غزل میں بھی تخلّص ''یکتا'' دکھائی نہیں دیتا۔ جب کہ کتب خانۂ غوثیہ کے قلمی نسخہ میں ''یکتا'' تخلّص ہے اور اس کے حوالے سے دیوان کے جو ابتدائی اشعار اوپر بطور نمونہ دیے گئے ہیں وہ مطبوعہ دیوان یکتا میں کہیں نظر نہیں آتے۔

تذکروں میں درج احمد یار خان خوشابی کے حالات میں اس کے ایک ہی تخلّص - یکتا - کا ذکر ملتا ہے۔ اسے یہ تخلّص بہت عزیز تھا اور جب محمد عاقل لاہوری نے ''یکتا'' تخلّص اختیار کرنا چاہا تو احمد یار خان اور محمد عاقل کے درمیان جو طرحی مشاعرہ اور مقابلہ ہوا، اس میں یکتا کا پلہ بھاری رہا اور شاہ فقیر اللہ آفرین لاہوری (م: ۱۱۵۴ھ/۱۷۴۱ء) نے فیصلہ دیا:

برین معنی گواہیم آفرین ما
کہ احمد یار خان یکتاست یکتا(۱۱)

''یکتا'' تخلّص والے کچھ ہندوستانی شعراء یہ ہیں:

- نواب احمد یار خان خوشابی؛
- محمد اشرف کشمیری؛
- محمد عاقل لاہوری؛ اس کے بارے میں تذکرہ نویس لکھتے ہیں ''درصفت سرقات شعری یکتای روزگار است۔''(۱۲)
- احد علی، مؤلف دستور الفصاحت (سال تصنیف: ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء)؛
- مرزا انور علی خان بن مرزا امان علی خان لکھنوی (انیسویں صدی عیسوی)، عبرتی عظیم آبادی نے ریاض الافکار میں ذکر کیا ہے۔
- تاراچند دہلوی (مبتلا (منتخب الاشعار)، ص ۱۱۹)؛
- پنڈت شیام نرائن کشمیری (م ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) (راشدی، تذکرۂ شعرای کشمیر، اقبال اکادمی، کراچی، ۱۳۶۹ش، ج ۴، ص ۱۸۳۵)؛

احمد یار خان یکتا خوشابی کے علاوہ، احمد یار یا احمد یار خان نام سے معروف، چند ہندوستانی فارسی گو شعراء و امراء گذرے ہیں:

- احمد یار خان منوّر الدولہ ممتاز جنگ اورنگ آبادی (م: ۱۴ شوال ۱۱۸۳ھ) (بحوالہ (محمد بن رستم حارثی بدخشی دہلوی، تاریخ محمدی، بہ تصحیح نثار احمد فاروقی، کتابخانۂ رضا، رام پور، ۱۹۹۶ء، جلد ۲، قسمت ۷، ص ۲۷)
- مولوی احمد یار مرالوی صاحبِ شاہ نامۂ رنجیت سنگھ (تصنیف: ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء)؛
- نواب احمد یار خان یا محمد یار خان متخلّص بہ عافی یا آفی (م: ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء) صاحبِ گلزار خیال (تصنیف: ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء)؛ امیر الملک نواب محمد امیر خان والی ٹونک کے بیٹے تھے۔

بہت سے شاعروں کے معاملے میں اگر چہ یہ بھی ہوتا رہا ہے کہ انھوں نے ایک سے زائد تخلّص استعمال کیے اور ہر تخلّص کے الگ الگ دواوین مرتّب کیے یا اوائل عمری میں کچھ اور تخلّص تھا، بعد میں اسے ترک کر کے دوسرا تخلّص اختیار کر لیا۔ لیکن یکتا کے معاملے میں ہمیں کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی کہ اس نے ''یکتا'' کے علاوہ کوئی اور تخلّص (مثلاً احمد یار) بھی استعمال کیا ہو۔ مثنوی ہیر و رانجھا کے اختتامی شعر میں اس نے اپنا تخلّص ''یکتا'' ہی استعمال کیا ہے:

کرد یکتا تمام این ابیات
باد بر روح مصطفیٰ صلوات(۱۳)

مثنوی گلدستۂ حسن میں بھی یہی تخلّص استعمال ہوا ہے:

یکتا چو ز جام عشق مستیم

دیوانہ سر و جنون پرستیم (۱۴)

رسالۂ شش فصل میں شامل یکتا کے اشعار میں بھی یہی تخلّص ملتا ہے:

کجا حمد تو حدِّ فکر یکتاست
خسی در موج خیز جوش دریاست (۱۵)

خارجی دلیل کے طور یہ بات لایق توجہ ہے کہ تذکرہ نگاروں نے یکتا کے حالات کے ذیل میں اس کا جو نمونۂ کلام دیا ہے - اوراس میں سے کچھ مرتّبین نے اپنے مقدمے میں نقل بھی کیا ہے - وہ مطبوعہ دیوان میں موجود نہیں ہے یعنی وہ کلام جو یکتا کے ہم عصر تذکرہ نویسوں کے ہاں بلاخوفِ تردید اسی کا ہے، اس کا مطبوعہ دیوان میں نہ ہونا قابل غور ہے۔ تذکروں میں یکتا کے حالات میں اس کے نمونۂ کلام کے طور پر حسب ذیل نو اشعار درج ہوئے ہیں۔ پانچ اشعار ایک طرحی غزل سے ہیں اور مزید چار متفرق اشعار ہیں:

از بس کہ سراپا زغم عشق تو داغم
چون کاغذِ آتش زدہ یک شہر چراغم
چہ پرسی از سروسامان من، عمریست چون کاکل
سیہ بختم، پریشان روزگارم، خانہ بردوشم

شب کہ طرف کلہ آن مہر جہانتاب شکست
صبح روشن شد و رنگ از رخ ماہتاب شکست
از آن کہ چشم قدح کرد پرزخون جگر
وز تبسم کمر موج مے ناب شکست (۱۶)

ان میں سے کوئی ایک شعر بھی مطبوعہ دیوان میں نظر نہیں آتا، بلکہ ایسی ردیفوں والی غزلیں سرے سے مطبوعہ دیوان میں موجود ہی نہیں ہیں۔

یکتا کی ایک اور دستیاب نثری تصنیف، شش فصل ہے۔ اس میں موقع کی مناسبت سے مصنّف نے اپنے اشعار بھی داخل کیے ہیں۔ اگر چہ زیادہ تر اشعار مثنوی کے ہیں، لیکن کہیں کہیں قطعات، رباعیات، قصاید اور مفردات بھی موجود ہیں۔ یہ نمونۂ کلام بھی ہمیں مطبوعہ دیوان یکتا خوشابی میں نہیں ملتا ہے۔ شش فصل اور مثنوی ہیر ورانجھا، ایک ہی شاعر کے نتیجۂ فکر ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ شاعر نے شش فصل میں ''لمؤلفہ'' لکھ کر پنجاب کی تعریف میں جو اشعار لکھے ہیں (ورق ۷ الف تا ۹ ب) وہی مثنوی ہیر ورانجھا میں بھی شامل ہیں۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ مطبوعہ دیوان سے ہمیں شاعر کے بارے میں کیا شواہد اور معلومات ملتی ہیں:

تخلّص: جیسا کہ بیان ہوا،اس دیوان کی ہر غزل میں شاعر کا تخلّص ''احمد یار'' استعمال ہوا ہے۔ جیسے:

چہ نسبتی ز شواہد بہ حسن احمد یار
خط خضاب کجا؟ تاب آفتاب کجا؟
(ص۵۳)

منم مشتاق دیدار گرامی
بہ احمد یار روزی کن لقایی
(ص۲۰۴)

ز احمد یار اندر روزگاری
بود پیش بزرگان یادگاری
(ص۲۰۵)

شاعر کا وطن: بلاشبہ شاعر کا وطن پنجاب ہے اور کچھ شواہد ایسے ہیں کہ اس کا تعلق شاید اوچ سے ہے۔ وہ کچھ عرصہ اپنے وطنِ مالوف سے دُور، ہندوستان میں بھی رہا ہے اور گمان ہے کہ دہلی میں رہا ہوگا۔ مطبوعہ دیوان میں ایک پوری غزل (شمارہ ٦٧) ''اوچ'' ردیف میں، اوچ کی تعریف میں ہے:

خوش دیدہ ایم از ہمہ جا، نو بہار اوچ
سیمین بران و سرو قدان در دیار اوچ
شہزادگان شگفتہ گل باغ مصطفٰی
داغ دل عدو شدہ این لالہ زار اوچ
اولاد مرتضٰی و امامان مجتبی
آہو مثال شاد درین مرغزار اوچ
این خُرد مکّہ ایست بزرگ از بسی مکان
آیند از فلک چو ملک بر مزار اوچ
ہرکس بہ یار خویش کند خوش دلی مدام
قربان بود بہ صدق دل احمد بہ یار اوچ
(ص۸۹)

اس غزل میں درج تمام اشارے (جیسے اوچ میں سادات کا مقیم ہونا، اوچ کو تقدّس کی وجہ سے چھوٹا مکّہ کہنا، اوچ میں مزارات کا واقع ہونا،) جنوبی پنجاب کے تاریخی قصبے اوچ شریف پر منطبق ہوتے ہیں جس کی دو بستیاں، اوچ گیلانیاں اور

اوچ بخاریاں سادات سے منسوب ہیں۔

ایک غزل (شمارہ ۱۱۱) جس کی ردیف ''ہند'' ہے، اس میں شاعر نے اوچ اور سندھ سے اپنی دوری کا ذکر کیا ہے گویا وہ اس وقت دہلی میں تھا۔ اسی غزل میں اس نے پنجاب کو اپنا وطن قرار دیا ہے اور ہندوستان جا کر ''زبانِ ہند'' سیکھنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

خوش کشوری است دہلی وخوش آستان ہند
ہر جا شگفتہ گلشنی از گلستان ہند
ہندوستان خوش است پی دوستان من
پرواز شاہبازِ من از آشیان ہند
از اوچ وسندھ گرچہ بہ ہند است راہ دور
ہندوی ہندیان شدم اندر بیان ہند
گر عمر خود بہ کشور پنجاب بردہ ایم
آموختہ ز احمد یارم زبان ہند
(ص۱۱۴)

ایک اور غزل (شمارہ ۱۱۲، ص ۱۱۴-۱۱۵) میں، جس کی ردیف ''ہند'' ہے، کئی شہروں - ملتان، لاہور، قصور، شاہ جہان آباد، دہلی - کے اسماء بطور تلازمہ استعمال ہوئے ہیں۔

تاریخی اشارے: چند شعروں میں نادر شاہ اور اس کے ہاتھوں دہلی کے تاراج ہونے کا استعارہ ہے:

دہلی دل کرد غارت فوج ناز
نادرم شاہی سپاہان گشتہ ام
(ص۱۶۲، غزل ۱۹۶)

عشق نادر غلبہ در دہلی دل افگندہ است
کردہ شاہ ہند ما را در جناب خود مطاع
(ص۱۴۴، غزل ۱۶۶)

اگرچہ ہست ظالم قوم افغان
ز چشم نادرش اندر فغان است
(ص۸۷، غزل ۴۸)

نشۂ حلم و تواضع گر بود در مغز مرد

بر جہاد نفس کافر قتلِ درّانی کند

(ص۱۱۳، غزل ۱۰۹)

شاید یہاں احمد شاہ درّانی (۱۱۶۰-۱۱۸۷ھ/۱۷۴۷-۱۷۷۳ء) کی طرف اشارہ ہے جس نے ہندوستان پر کئی حملے کیے اور قتل و غارت بھی کی یا درّانی قبیلے کے حملہ آوروں کی طرف جو جنوبی پنجاب میں تاخت و تاز کرتے رہتے تھے۔

قابل غور ہے کہ نادر شاہ نے ۵۲-۱۱۵۱ھ/۳۹-۱۷۳۸ء میں ہندوستان پر حملہ کیا تھا اور دہلی میں قتل عام ہوا تھا، جب کہ مطبوعہ دیوان کی تاریخ تکمیل خود شاعر نے ۱۰ محرّم ۱۱۰۴ھ بتائی ہے۔ جیسا کے آگے چل کر ذکر ہوگا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ۱۱۰۴ھ میں تکمیل پانے والے دیوان میں ۵۲-۱۱۵۱ھ کے واقعہ کا استعارہ ہو؟۔ یہی الجھن احمد شاہ درّانی کے بارے میں بھی ہے، اگر واقعی مذکورہ شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

۱۲۰۰ھ کا ذکر:

یک ہزار و دو صد آمد در فراق ای جانِ من
مثل ماہِ چاردہ برقع برافگن بر کران

(ص۱۷۴، غزل ۲۱۶)

یعنی اے محبوب تمہارے فراق میں [سال] ۱۲۰۰ [ہجری] بھی آ پہنچا، اب تو چودھویں کے چاند کی طرح مکھڑے سے برقع ہٹا دے۔

صدی پلٹنے کا موقع ہمیشہ سے انسان کے لیے قابل ذکر رہا ہے۔ اس سے ہمارے شاعر نے اپنے محبوب سے طویل دوری اور فراق اور وصال کی خواہش کا مضمون پیدا کیا ہے۔

وطن سے دور کے مشاہدات: شاعر کو اپنے وطن سے دُور، کسی شہر میں دیوالی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ دیوالی کی تعریف میں اس نے ایک پوری غزل لکھی ہے جس میں وہ اپنے ممدوح کا بھی ممنونِ احسان ہے:

من بہ شہرت خوش دیوالی دیده ام
شاد زو ھالی موالی دیده ام
این ہمہ آبادیِ بازار و شہر
برکت سرکار عالی دیده ام

(ص۱۶۳)

شاعر کے ممدوحین: شاعر (احمد یار) کے ممدوحین دو طرح کے ہیں۔ ایک اس کے روحانی پیشوا؛ دوسرے طبقۂ امرا سے۔ روحانی پیشواؤں میں سے اس نے محیی الدین، فخر الدین اور نور محمد نامی بزرگوں کی مدح سرایی کی ہے۔

محیی الدین:

من کہ ہستم گدای محیی الدین
خواہم از حق عطای محیی الدین
جاں بہ جاں آفرین نخواہم داد
تا نبینم لقای محیی الدین
گشتہ ام سر بلند در عالم
تا شدم خاک پای محیی الدین
بلبل باغِ آل احمد یار
گوید از دل ثنای محیی الدین

(ص۱۷۹ملخصاً،غزل۲۲۳)

یقیناً یہ سلسلۂ قادریہ کے پیشوا حضرت شیخ محیی الدین عبدالقادر گیلانی (م:۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء) کی مدح ہے۔

فخرالدین:

شیخ عالی جناب فخر الدین
پیر والا خطاب فخر الدین
فخر دین، والی ولایت فقر
فخر دینم، نواب فخر الدین

(ص۱۷۸-۱۷۹ملخصاً،غزل۲۲۲)

خواجہ نور محمد:

خواجہ نور محمد، شیخ فخرالدین موصوف کے مرید تھے اوران کا ذکر شاعر کے مرشد روحانی کے طور پر متعدد مقامات پر آیا ہے:

خواجہ نور محمدم چون ماہ
مقتبس زآفتاب فخرالدین

(ص۱۷۸،غزل۲۲۲)

خوش ببینم روی احمد یار در شب ہای تار
شد چراغم حضرت نور محمد پیر من

(ص۱۷۶،غزل۲۱۹)

منّت ایزد را کہ بر حالات ما راضی شدہ
قاضی الحاجات بر حاجات ما قاضی شدہ

فخر دین شد در دلم نور محمد جلوہ کرد
ظلم عصیان دور شد چون پیرِ ما قاضی شدہ
(ص۱۸۵،غزل۲۳۶)

ایک جگہ اپنے مرشد کے وطن ''مہار'' سے یہ مضمون پیدا کیا ہے:

ای ساکنِ مہار، مہارم بہ دست تست
وی مومیای جسمِ نزارم بہ دست تست
(ص۸۱،غزل۵۴)

کچھ دیگر مقامات پر بھی لفظ ''مہار'' کا اسی تناظر میں ذو معنی استعمال ہوا ہے:

ساربان کو کہ سرم را بہ مہاری بکشد
دلم از بانگ حدی سوی نگاری بکشد
بینم اندر نظر خویش تماشای بھشت
دیدہ تا سرمہ ای از خاک مہاری بکشد
(ص۱۰۶،غزل۹۵)

مندرجہ بالا اشعار میں، شیخ فخر الدین اور خواجہ نور محمد کے اسماء ساتھ ساتھ آئے ہیں اور ایک شعر کے مفہوم ''جیسے چاند، سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے ہمارے خواجہ نور محمد نے فخر الدین سے (نور) حاصل کیا'' سے ہمارا ذہن، خواجہ نور محمد مہاروی (۱۱۴۲-۱۲۰۵ھ / ۱۷۳۰-۱۷۹۰ء) کی طرف جاتا ہے جو شاہ فخر الدین محمد ''فخر جہان'' دہلوی (۱۱۲۶-۱۱۹۹ھ / ۱۷۱۷-۱۷۸۵ء) کے خلیفہ تھے۔ خواجہ نور محمد کا وطن، مہار شریف، چشتیاں ضلع بہاول نگر جنوبی پنجاب میں واقع ہے اور اس کا ذکر احمد یار کے ایک شعر میں بڑے واضح انداز میں آیا ہے۔

خواجہ نور محمد مہاروی کے خلفا میں ہمیں ایک نام شاہ احمد یار کا ملتا ہے۔(۱۷) کیا عجب کہ یہ انھی کا دیوان ہو، لیکن سر دست ہمیں خواجہ مہاروی کے اس خلیفہ کے مزید حالات دستیاب نہیں ہیں۔ خواجہ مہاروی کے ایک ہم وطن اور ہم عصر، مولوی احمد یار تھے جو اُسی زمانے میں دہلی میں تعلیم حاصل کر رہے تھے جب خود خواجہ مہاروی بھی دہلی میں تحصیل تعلیم کی غرض سے مقیم تھے۔(۱۸) شاید یہ دونوں شخصیات ایک ہی ہوں۔

خواجہ نور محمد مہاروی کے سلسلۂ طریقت میں، نیچے ایک اہم بزرگ، خواجہ غلام فرید (۱۲۶۱-۱۳۱۹ھ / ۱۸۴۵-۱۹۰۱ء مدفون کوٹ مٹھن) کے ملفوظات میں ہمیں ''خلیفہ میاں احمد یار'' کا ذکر ملتا ہے جن کے پاس خواجہ نور محمد مہاروی کے خلیفہ، قاضی محمد عاقل کا فرغل بطور تبرّک موجود تھا۔(۱۹)

مذکورہ بالا شواہد سے- اور مزید بھی دیوان میں موجود ہیں- یہ بات طے ہے کہ اس دیوان کا شاعر، خواجہ نور محمد

مہاروی کا مرید ہے۔ خواجہ صاحب ۱۱۴۲ھ/ ۱۷۳۰ءمیں متولد ہوئے، ۱۱۶۵ھ/ ۱۷۵۲ء میں اپنے شیخ طریقت سے اجازت پائی اوراس کے بعد ہی انھوں نے بیعت لینا شروع کی۔ لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ احمد یار بھی ۱۱۶۵ھ کے بعد ہی ان کے دامن فیض بار سے وابستہ ہوا ہوگا، اس کے دیوان میں خواجہ نور محمد مہاروی کی مدح میں موجود کلام ۱۱۶۵ھ سے بعد کا ہے اور ۱۱۰۴ھ کی مبینہ تاریخ تکمیل دیوان صحیح نہیں ہے۔

امیر رکن الدولہ نصیر نصرت جنگ:

دیوان احمد یار میں جس امیر کی مدح کی گئی ہے، اس کے القاب ''رکن الدولہ نصیر نصرت جنگ'' ہیں اور شاعر اسے اپنا قدر دان بتاتا ہے۔

امیر رکن الدولہ نصیر نصرت جنگ
نگاہ دار خدایا تو قدردانِ مرا
(ص۵۹، غزل ۱۵)

سب سے پہلے رکن الدولہ، نصرت جنگ اور حافظ الملک کے خطابات ۱۱۹۳ھ/ ۱۷۷۹ء میں شاہ عالم ثانی سے نواب محمد بہاول خان ثانی (ولادت: ۲۷ صفر ۱۱۶۶/ ۱۷۵۳ء، جلوس: ۴ ربیع الاول ۱۱۸۶ھ/ ۱۷۷۲ء، وفات: یکم رجب ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء) کو عطا ہوئے تھے۔[۲۰] بعد میں یہ خطابات نوابان بہاول پور کو موروثی طور پر ایک نواب سے دوسرے نواب تک منتقل ہوتے رہے۔ چونکہ احمد یار کا زمانۂ حیات نواب بہاول خان ثانی کے زمانہ سے قریب تر ہے، قرین قیاس ہے کہ وہ اسی نواب کا مداح ہوگا۔

احمد یار کا وطن اگر اوچ ہے تو ان کا نوابان بہاول پور کے دربار سے وابستہ ہونا قرین حقیقت ہے۔ کیوں کہ اوچ، سابقہ ریاست بہاول پور کی حدود میں واقع ہے۔

احمد یار نے ایک بیت میں صرف ''خان'' لکھ کر اپنے کسی ممدوح کا ذکر کیا ہے جو قیاسِ غالب ہے کہ نواب بہاول پور ہی ہوں گے۔

بند شد راہ سخا بعدِ علی و حاتم
مگر این خوان کرم، گرم ز خان می بینم
(ص ۱۷۱، غزل ۲۱۱)

ایک پوری غزل، قصیدہ نما ہے۔ شاید یہ بھی نواب بہاول پور کی مدح ہو۔ مطلع یہ ہے:

الٰہی باشی و صد سال باشی
بہ فرّ و حشمت و اجلال باشی
زمانہ چون غلامان حلقہ در گوش
تو بر مسند بہ صد اقبال باشی

(ص۱۹۹،غزل۲۵۸)

قادر بخش: دیوان میں ایک جگہ قادر بخش کی ترکیب کسی نام کے قرینے سے آئی ہے۔

خواہم از قادر بخش این کہ رسد احمد یار
بہ لب لعل زنم کوہ بیابان کہ مپرس

(ص۱۳۴،غزل۱۴۴)

اس سے قطع نظر کہ دوسرا مصرع بے معنی ہے، پہلے مصرع میں ''قادر بخش'' کی ترکیب قابلِ توجہ ہے۔ اگر یہ فرد کا نام ہے تو خواجہ نور محمد مہاروی کے ایک پوتے قادر بخش نامی تھے یعنی قادر بخش بن خواجہ نور احمد بن خواجہ نور محمد مہاروی۔ مہار شریف ہی میں کوئی اور مولوی قادر بخش بھی رہتے تھے جو خواجہ شاہ سلیمان تونسوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ یہ دونوں حوالے نجم الدین سلیمانی کی مناقب المحبوبین (مطبع محمدی، لاہور، ۱۸۹۴ء، صفحات ۱۰۳، ۲۱۸، ۲۱۳، ۳۳۸) میں موجود ہیں۔ غالباً احمد یار، اِن قادر بخش سے بہت انس رکھتے تھے۔

شاعر کا مشرب و مذہب: احمد یار سُنّی مذہب اور عارف مشرب ہیں۔ یہ شعر اگرچہ غزل کے مزاج کا ہے لیکن پیرو مذہب امام ابوحنیفہ ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے:

مشرب و ملت ما نیست بہ غیر از عشقت
من بہ جان گشتہ گرو مذہب نعمان تو ام

(ص۱۶۱،غزل۱۹۵)

احمد یار، شاہ قنبر (حضرت علیؓ) کا معتقد ہے:

وصف خوبان کی توانم لیک من
این کرم از شاہ قنبر داشتم

(ص۱۷۳،غزل۲۱۳)

شاعر اہل تشیع کے بارے میں بہت سخت رائے رکھتا ہے:

خارجی و رافضی خون جگر ہا می خورند
قطع زلف و کاکل و سنبل بہ مقراضی شدہ
رونق باغ شریعت از طریقت بر فزود
موسم باد خزان از باغ دین ماضی شدہ
سنّیان را لطف احمد یار می باشد مدام

قہر ایزد نازل اندر قوم رفاضی شدہ

(ص ۱۸۵-۱۸۶، غزل ۲۳۶)

کیا آخری شعر کو اُس جنگ کی طرف اشارہ سمجھا جائے جو خواجہ نور محمد مہاروی کے خلیفہ، قاضی محمد عاقل (م: ۸ رجب ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۴ء) نے مڈا کبرشاہ اور کوٹ سمابہ کے شیعہ جاگیرداروں کے خلاف لڑی تھی؟ اور نواب صاحب بہاول پور کی کمک سے شیعہ حضرات کو خاموش کیا تھا۔ خواجہ غلام فرید کے ملفوظات میں اس واقعہ کی تفصیل موجود ہے۔ شیعوں کے خلاف یہ کاروائی اس لیے کی گئی تھی کہ اکبرشاہ شیعی نے عاشورا کے دن ''مولوی احمد یار'' اور ان کے متعلقین کو تنگ کیا تھا اور مولوی صاحب نے قاضی صاحب سے شکایت کی تھی۔ قاضی صاحب اپنے بارہ ہزار مریدوں کا لشکر لے کر شیعوں کے علاقے میں گئے اور نواب صاحب بہاول پور کی مدد سے شیعوں کو جلاوطن کروایا۔ (۲۱) اسی تناظر میں، اس غزل کا ایک اور شعر قابل توجہ ہے:

فخرِ دین شد، در دلم نورِ محمد جلوہ کرد
ظلم عصیان دور شد چون پیرِ ما قاضی شدہ

شاعر نے طریقت میں اپنے تینوں مشائخ - خواجہ فخر الدین محمد دہلوی، خواجہ نور محمد مہاروی، قاضی محمد عاقل - کا تاریخی ترتیب سے ذکر کیا ہے اور ''جب قاضی ہمارے پیر ہوئے تو عصیاں کا ظلم دور ہوا'' کا صریح اشارہ قاضی محمد عاقل ہی طرف ہوسکتا ہے۔ یاد رہے کہ قاضی محمد عاقل، شاعر کے پیرومرشد کے خلیفۂ اجلّ تھے اور ظاہر ہے شاعر کو ان سے بھی دلی ارادت تھی۔

دیوان احمد یار کی تاریخ تکمیل شاعر نے خود ہی اپنے دیوان کے تکمیل کی تاریخ، مثنوی کے چند اشعار میں بیان کی ہے:

بہ تاریخ دہم ماہ محرّم
کہ بود آن روز عاشورا مکرم
زہجرت گرترا خواہش شمار است
ہزار و یک صد وہم سال چار است
کہ گشتہ ختم این روشن کتابی
نہادم بر وی از دیوان خطابی
ز احمد یار اندر روزگاری
بود پیش بزرگان یادگاری (۲۲)

مندرجہ بالا اشعار میں صاف طور پر دیوان کی تاریخ تکمیل ۱۰ محرّم ۱۱۰۴ھ بیان ہوئی ہے۔ لیکن یہ صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ جس کے شواہد حسب ذیل ہیں:

- دیوان میں نادر شاہ کے دہلی پر حملے (۵۲-۱۱۵۱ھ/ ۳۹-۱۷۳۸ء) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو ظاہر ہے ۱۱۰۴ھ میں مرتّب پانے والے دیوان میں نہیں آسکتا ہے؟

- دیوان میں ایک جگہ ۱۲۰۰ھ کا ذکر بھی موجود ہے۔
- شاعر، خواجہ نور محمد مہاروی کا مرید ہے۔ خواجہ صاحب کی وفات ۱۲۰۵ھ میں ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مبیّنہ تاریخِ تکمیل دیوان اور خواجہ صاحب کی وفات میں پورے سو سال کا فاصلہ ہے جو بہت زیادہ ہے۔ یعنی جو مرید ۱۱۰۴ھ میں زندہ تھا اس کے شیخ ۱۲۰۵ھ میں وفات پاتے ہیں! یہ کیسے ممکن ہے؟

ہمارا خیال ہے کہ دیوان کے مرتّب ہونے کی تاریخ ۱۲۰۴ھ ہے اور کاتب نے ''ہزار و دو صد و ہم سال چار است'' لکھنا تھا اور غلطی سے ''ہزار و یک صد و ہم سال چار است'' لکھ دیا۔ کاش شاعر نے مادّۂ تاریخ بھی لکھا ہوتا تاکہ تاریخ کی مزید توثیق ہو جاتی۔

فقہ حنفی کا ایک مشہور درسی رسالۂ قاضی قطب ہے۔ اس رسالے کا ایک منظوم ترجمہ *تحفۃ الفقہ* کے نام سے دستیاب ہے، جس کے شاعر کا نام احمد یار ہے۔

خدمت جملہ عالم دیندار
عرض دارد فقیر احمد یار
قاضی قطب دین کاشانی
زین فرایض بہ نثر شد بانی
خواستم تا کنم نظم [کذا] او را
رونق نو دہم بزم [کذا] او را

احمد یار کے حوالے سے اس منظوم ترجمے کا ذکر شاید زیادہ اہم نہ ہوتا؛ لیکن اس ترجمے کے ایک قلمی نسخے کا اوچ شریف کی مخدوم سید شمس الدین گیلانی لائبریری میں موجود ہونا دلچسپ اتفاق ہے۔ یہ نسخہ بارھویں صدی ہجری میں کتابت ہوا۔[۲۳]

اب سے تقریباً ستّر سال پہلے بہاول پور کی ایک علمی شخصیت اور نواب صادق محمد خان خامس (م: ۱۹۶۶ء) نوابِ بہاول پور کے کتب خانہ کے ناظم، دبیر الملک مولوی محمد عزیز الرحمان عزیز بہاول پوری (۱۲۹۰-۱۳۶۳ھ/ ۱۸۷۳-۱۹۴۴ء) نے احمد یار اوچی اور اس کے دیوان کے مخطوطہ کے بارے میں دو مختصر تحریریں اپنی زیرِ ادارت بہاول پور سے علمی، ادبی اور تاریخی مصوّر ماہ نامہ *العزیز* میں چھاپی تھیں۔ ایک مضمون میں انھوں نے نواب صاحب کے کتب خانے میں دیوان احمد یار اوچی کے قلمی نسخے کی موجودگی کی اطلاع ان الفاظ میں دی:

> احمد یار صاحب دربار بہاول پور کے متوسلین میں سے تھے۔ ان کا ایک مکمل دیوان، قلمی، کتب خانۂ عالیہ سلطانی میں موجود ہے۔ اوچ کے رہنے والے تھے۔ نواب صاحب بہاول پور اور حضرت صاحب تونسہ شریف اور خواجہ نور محمد صاحب مہاروی علیہ الرحمۃ کی شان میں ان کے قصاید موجود ہیں۔[۲۴]

دوسرے مضمون کا عنوان ''تذکرۂ مشاہیر / نوادر کتب خانہ سلطان العلوم بہاول پور عہدِ نواب بہاول خان ثالث

علیہ الرحمۃ والغفران کا ایک شاعر: احمد یار' تھا جس میں قدرے تفصیل شاعر کا نمونہ کلام اور نسخے کی کیفیت بتائی ہے۔[۲۵] یہ سارا نمونۂ کلام اس دیوان میں موجود ہے جسے یکتا کے نام سے شایع کیا گیا ہے۔ گویا ستر سال پہلے بھی ایک محقق نے دیوان احمد یار کو احمد یار اوچی کا دیوان قرار دیا تھا نہ کہ احمد یار خوشابی کا۔

ماحصلِ کلام: اس مختصر بحث کا ماحصل اور ہمارے نقطۂ نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ جس دیوان کو ہمارے دوستوں نے یکتا خوشابی کا دیوان قرار دیا ہے وہ:

- ''احمد یار'' تخلّص شاعر کا دیوان ہے؛
- (بگمانِ غالب) شاعر اوچ کا رہنے والا ہے؛
- شاعر، خواجہ نور محمد مہاروی کا مرید ہے؛
- شاعر ۱۲۰۰ھ میں زندہ ہے۔

ان شہادتوں میں سے کسی ایک کا بھی نواب احمد یار خان ''یکتا'' خوشابی پر اطلاق ممکن نہیں ہے، کیوں کہ نہ اس کا تخلّص ''احمد یار'' ہے، نہ وطن اوچ، نہ وہ خواجہ مہاروی کا مرید اور نہ ۱۲۰۰ھ میں بقیدِ حیات تھا۔

اس نقطۂ نظر کے اظہار کا ایک مقصد خود مرتّبین کو دعوتِ فکر دینا ہے کہ وہ اس دیوان کے مندرجات سے شاعر کے ذاتی حالات کے بارے میں کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں؟ کیوں کہ انھوں نے مقدمہ میں یکتا کے کلام کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مثلاً مدح، توصیف، زہد و وعظ گوئی کے نمونوں میں کچھ شواہد دیے تو ہیں لیکن ان سے کوئی نتیجہ اخذ کرنے میں سکوت اختیار کیا ہے۔ ''محی الدین'' اور ''فخر الدین''، ''نور محمد'' اور اوچ کی مدح کے اشعار بطور شہادت درج ہیں لیکن ان میں سے کسی ایک کو بھی شاعر کے ذاتی حالات کی چھان پھٹک کے لیے استعمال نہیں کیا گیا۔ مرتّبین نے گویا پہلے ہی سے مان لیا تھا کہ یہ احمد یار خان یکتا خوشابی کا دیوان ہے لہٰذا ان کے مقدمے کے تمام مباحث کا رُخ اُدھر ہی رہا۔ یہ امر بھی تعجب انگیز ہے کہ ''ویژگی ہاے شعر یکتا'' بیان کرنے میں مرتّبین نے اس مجموعے میں شامل صرف غزلوں کو اساس بنایا ہے اور یکتا کی مثنویات کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا، حالانکہ یہ مثنویاں، مبیّنہ ''دیوان یکتا خوشابی'' کی فنی اعتبار سے ساقط غزلوں سے بدرجہا بہتر اور پختہ تر ہیں۔

حوالہ جات/حواشی

۱۔ محمد صابر، ''احمد یار خان یکتا خوشابی (شاعر قرن دوازدہم ہجری)، کاوش، شعبۂ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور، مسلسل شمارہ ۱۲-۱۳،۲۰۰۴-۲۰۰۳ء، ص ۱۵۶-۱۶۳

۲۔ سیّدہ سارازاہرا[کذا] بخاری، ہنرو اندیشۂ احمد یار خان یکتا خوشابی، ایم فل سیشن ۸-۲۰۰۶ء، زیر نگرانی ڈاکٹر محمد صابر، شعبۂ فارسی، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۵۰ صفحات۔ اس تھیسز کی بنیاد بھی دیوان احمد یار نسخۂ شیرانی رہا ہے اور اسی کے حوالے سے یکتا کے فن اور فکر پر بحث کی گئی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اپنے پیش نظر مقالے میں بتایا ہے، نسخۂ شیرانی، کسی اور احمد یار کا دیوان ہے، اس لحاظ سے مذکورہ تھیسز میں یکتا کے فن اور فکر پر ساری بحث بے اساس ٹھہرتی ہے!

۳۔ S.M.Abdullah,A Descriptive Catalogue of Persian , Urdu ,& Arabic Manuscripts in the Punjab Unviversity Library,Lahore,1948,vol.I,Fasciculus II,p.547

۴۔ بشیر حسین، محمد، فہرست مخطوطات شیرانی، لاہور، ۱۹۷۵ء، ج ۱، ص ۱۱۲

۵۔ منزوی، احمد، فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، تہران، ۱۳۴۹ش، ج ۳، ص ۲۲۲۰؛ ایضاً، فہرست مشترک نسخہ ھای خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء، ج ۸، ص ۹۶۸

۶۔ مرتّبین، مقدمۂ دیوان یکتا خوشابی، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۲۴

۷۔ ایضاً

۸۔ ایضاً، ص ۲۰۵

۹۔ منزوی، فہرست مشترک نسخہ ھای خطی فارسی پاکستان، ج ۸، ص ۱۰۷۵، استاد منزوی نے اسی ضمن میں یکتا کی مثنوی ہیر ورانجھا کا تعارف لکھتے ہوئے یہ جملہ لکھا ہے کہ یہ مثنوی بہ اہتمام ڈاکٹر محمد باقر، لاہور ۱۳۲۷ خورشیدی چھپی ہے! (ص ۱۰۷۶) استاد منزوی کو التباس ہوا ہے۔ ہیر ورانجھا، مولوی محمد باقر نے ۱۳۲۷ قمری میں لاہور سے چھپوائی تھی۔ مولوی صاحب فورمن کالج، لاہور میں استاد تھے۔ ڈاکٹر محمد باقر نے، جو پنجاب یونیورسٹی میں فارسی کے پروفیسر تھے، اپنی کتاب پنجابی قصے فارسی زبان میں، لاہور، ۱۹۵۷ء، ج ۱، ص ۱۵۹-۱۶۷ میں اس مثنوی اور یکتا کا مختصر تعارف لکھا ہے اور دو صفحے کا انتخاب مولوی محمد باقر کے ایڈیشن کو سامنے رکھتے ہوئے شایع کیا ہے۔

۱۰۔ مرتّبین، مقدمۂ دیوان یکتا خوشابی، ص ۲۵

۱۱۔ آزاد بلگرامی، غلام علی، سرو آزاد، بہ سعی و تصحیح و تحشی عبداللہ خان، بہ اہتمام مولوی عبدالحق، کتب خانۂ آصفیہ، حیدر آباد دکن، ۱۹۱۳ء، ص ۲۰۰-۲۰۱

۱۲۔ خوشگو، بندرابن داس، سفینۂ خوشگو، دفتر ثالث، بہ اہتمام شاہ عطاالرحمان کاکوی، پٹنہ، ۱۹۵۹ء، ص ۲۷۵

۱۳۔ یکتا، مثنوی ہیر ورانجھا مشمولہ دیوان یکتا خوشابی، ص ۲۸۹

۱۴۔ مثنوی گلدستۂ حسن مشمولہ دیوان یکتا خوشابی، ص ۲۱۰

۱۵۔ یکتا، شش فصل، قلمی نسخہ، سندھالوجی انسٹی ٹیوٹ، سندھ یونیورسٹی، جام شورو (نمبر ۱۲۷۵)، ورق ۲ الف؛ پنجاب میں ہمارے اس خوش ذوق شاعر نے اٹھارہویں صدی میں ''خسی درموج'' کی ترکیب استعمال کی ہے۔ ایک صدی بعد، ایرانی ادیب اور مفکّر جلال آل احمد (وفات: ۱۹۶۹ء) نے خسی درمیقات کے نام سے اپنا سفر نامۂ حج لکھا۔

۱۶۔ آزاد بلگرامی، سرو آزاد، ص ۲۰۱؛ آزاد بلگرامی، انتخاب شعرای سند از تذکرۂ ید بیضا [و ریاض الشعرا، والۂ داغستانی]، بقلم اعجاز الحق قدوسی مرحوم، ص ۳۵-۳۶؛ خوشگو، سفینۂ خوشگو، ص ۱۹۰-۱۹۱؛ بھگوان داس ہندی، سفینۂ ہندی، بہ اہتمام شاہ عطاء الرحمان کاکوی، پٹنہ، ۱۹۵۸ء، ص ۲۶۲-۲۶۳؛ علی قلی والۂ داغستانی، تذکرۂ ریاض الشعرا، مقدمہ، تصحیح و تحقیق سید محسن ناجی نصر آبادی، تہران، ۱۳۸۴ شمسی، ج ۴، ص ۲۵۳۳-۲۵۳۴

۱۷۔ محمد گلھوی [کذا: گھلوی]، خیر الاذکار فی مناقب الابرار، ترتیب و تہذیب و حواشی عبد العزیز ساحر، واہ کینٹ، ۲۰۱۰ء، ص ۹۷ ''شاہ احمد یار کہ یکی از غلامان حضرت قبلۂ عالم [یعنی خواجہ نور محمد مہاروی] قدس سرّہ است.'' خیر الاذکار، خواجہ نور محمد مہاروی کے حالات، مناقب اور ملفوظات پر مبنی ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ، جس پر کوئی تاریخ کتابت درج نہیں ہے، پیر اجمل چشتی، چشتیاں شریف کے پاس تھا اور اس نسخے کا کاتب، احمد یار بن محمد امین نامی شخص ہے (محوّلہ بالا ص ۲۲)۔

۱۸۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، دلّی، ۱۹۸۴ء، ج ۵، ص ۲۵۹

۱۹۔ رکن الدین (جامع) مقابیس المجالس/اشارات فریدی، ملفوظات خواجہ غلام فرید، اردو ترجمہ واحد بخش سیال، لاہور ۱۴۱۱ھ، ص ۵۷۱

۲۰۔ محمد اعظم اسدی ہاشمی بہاول پوری، تذکرۃ الخوانین معروف بہ جواہر عباسیہ، عکس قلمی نسخہ، مملوکہ راقم السطور، ورق ۵۲ ب: ''میر محمد کاظم خان بہ تقریب امور ضروریہ خود بہ شاہجہان آباد رفتہ و در حضرت شاہ عالم چغتا ذکر اوصاف حمیدہ و خصال پسندیدۂ حضور عالی را بہ احسن وجوہ ظاہر نمودہ فرمان ایالت ملک کچھی و خلعت فاخرہ و خطاب رکن الدولہ نصرت جنگ حافظ الملک محمد بہاول خان بہادر عباسی حاصل آورد۔''؛ محمد عزیز الرحمان عزیز، صبح صادق، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۸۸ء طبع ثالث، ص ۹۲؛ محمد طاہر، ریاست بہاول پور کا نظم مملکت ۱۸۶۶ تا ۱۹۴۷ء، بزم ثقافت ملتان، ۲۰۱۰ء، ص ۱۵۷

۲۱۔ مقابیس المجالس، ص ۱۰۴۵

۲۲۔ دیوان یکتا خوشابی، ص ۲۰۵؛ ان اشعار کے اوپر یہ سرخی ہے ''قطعۂ تاریخ تکمیل دیوان احمد یار یکتا''، یہ عنوان دیوان احمد یار کے نسخہ شیرانی میں نہیں ہے اور مرتّبین نے از خود اضافہ کیا ہے۔ چونکہ پورے نسخے میں لفظ ''یکتا'' کہیں موجود نہیں ہے، اس عنوان سے یہ گمان گذرتا ہے کہ واقعی یکتا کا دیوان ہے۔

۲۳۔ منزوی، فہرست مشترک نسخہ ھای خطی پاکستان، ج ۸، ص ۱۴۰۱

۲۴۔ محمد عزیز الرحمان عزیز بہاول پوری، ''نوادر کتب خانہ سلطانی''، العزیز، بہاول پور، جنوری ۱۹۴۱ء، ص ۴۸

۲۵۔ العزیز، بہاول پور، اپریل ۱۹۴۱ء، ص ۱۷-۱۸؛ اس مضمون کی اطلاع رسانی اور فراہمی ڈاکٹر عصمت درّانی، شعبۂ فارسی اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور کے ذریعے ہوئی جس کے لیے ان کا بے حد ممنون ہوں۔